بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة الحجر

(۳)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نَبِّئۡ عِبَادِیۡۤ اَنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِیۡ هُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ ﴿۵۰﴾
وَ نَبِّئۡهُمۡ عَنۡ ضَیۡفِ اِبۡرٰهِیۡمَ ﴿۵۱﴾ اِذۡ دَخَلُوۡا عَلَیۡهِ فَقَالُوۡا سَلٰمًا قَالَ اِنَّا مِنۡكُمۡ
وَجِلُوۡنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوۡا لَا تَوۡجَلۡ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرۡتُمُوۡنِیۡ

(اے پیغمبر)، میرے بندوں کو بتاؤ کہ میں بڑا ہی بخشنے والا ہوں، میری شفقت ابدی ہے۔ اور (یہ بھی کہ) میرا عذاب بڑا ہی دردناک عذاب ہے۔ (یہ فرشتوں کو دکھانے کا مطالبہ کر رہے ہیں)، اِنھیں (یہ حقیقت[۱] سمجھانے کے لیے) ابراہیم کے مہمانوں کا قصہ سناؤ۔ جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنھوں نے کہا: تم پر سلام ہو۔ ابراہیم نے (اُن کے رویے میں کچھ اجنبیت دیکھی تو) کہا: ہمیں تم لوگوں سے اندیشہ محسوس ہو رہا ہے[۲]۔ وہ بولے: اندیشہ نہ کرو، ہم تمھیں ایک ذی علم[۳] لڑکے کی بشارت

۱؎ یعنی یہ حقیقت کہ میں بڑا مہربان ہوں، لیکن اُس کے ساتھ بڑا ہی منتقم اور قہار بھی ہوں۔ اِس لیے یہ مطالبہ کر رہے ہو تو اِس بات پر بھی غور کر لو کہ اگر فرشتے آئے تو وہ تمھارے لیے کوئی بشارت لے کر آئیں گے یا صاعقۂ عذاب بن کر تمھاری بستیوں پر ٹوٹ پڑیں گے؟

عَلٰی اَنۡ مَّسَّنِیَ الۡکِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوۡنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوۡا بَشَّرۡنٰکَ بِالۡحَقِّ فَلَا تَکُنۡ مِّنَ
الۡقٰنِطِیۡنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنۡ یَّقۡنَطُ مِنۡ رَّحۡمَۃِ رَبِّہٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوۡنَ ﴿۵۶﴾
قَالَ فَمَا خَطۡبُکُمۡ اَیُّھَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰی قَوۡمٍ مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۵۸﴾
اِلَّاۤ اٰلَ لُوۡطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوۡھُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امۡرَاَتَہٗ قَدَّرۡنَاۤ اِنَّھَا لَمِنَ الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۶۰﴾

دیتے ہیں۔ ابراہیم نے کہا: کیا تم مجھے بشارت دے رہے ہو، جبکہ مجھ پر بڑھاپا آ چکا ہے؟ سو اب کس چیز کی بشارت دیتے ہو؟[۴] اُنھوں نے جواب دیا: ہم نے تمھیں برحق بشارت دی ہے، اِس لیے مایوس نہ ہو۔ ابراہیم نے کہا: اپنے پروردگار کی رحمت سے گمراہوں کے سوا کون مایوس ہو سکتا ہے۔ ۴۹-۵۶

ابراہیم نے پوچھا: اے فرستادو، اب تمھاری مہم کیا ہے؟[۵] اُنھوں نے جواب دیا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ صرف لوط کے گھر والے مستثنیٰ ہیں۔ اُن سب کو ہم لازماً بچا لیں گے،[۶] اُس کی بیوی کے سوا۔ ہم نے ٹھیرا لیا ہے کہ وہ اُنھی میں ہو گی جو پیچھے رہ جائیں گے۔[۷] ۵۷-۶۰

۲؎ ابراہیم علیہ السلام کے اِس ارشاد سے واضح ہے کہ وہ یہ بات سمجھ گئے تھے کہ فرشتوں کا اِس طرح علانیہ آنا خطرے سے خالی نہیں ہے، یہ لازماً کسی مہم کے لیے آئے ہیں۔ سورۂ ہود میں اِس واقعے کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے فرشتہ ہونے کا گمان اُنھیں اُس وقت ہوا، جب اُنھوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔

۳؎ یہ اِس بات کی طرف لطیف اشارہ تھا کہ وہ لڑکا علم نبوت سے بھی سرفراز ہو گا۔

۴؎ ابراہیم علیہ السلام نے یہ نہایت خوب صورت پیرائے میں اِس بات کی تصدیق چاہی ہے کہ تم جو بشارت مجھے دے رہے ہو، کیا یہ فی الواقع اُسی پروردگار کی طرف سے ہے جو بڑھاپے میں بھی اولاد دے سکتا ہے؟

۵؎ یہ سوال بتا رہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دل کی کھٹک دور نہیں ہوئی اور اپنے لیے بشارت کے باوجود اُنھیں اندیشہ رہا کہ فرشتوں کی یہ پوری جماعت ضرور کسی دوسرے مقصد سے آئی ہے۔ وہ قوم لوط کے حالات سے واقف تھے، اِس لیے ممکن ہے کہ اُنھی کے بارے میں خیال کر رہے ہوں کہ یہ بجلی کہیں اِسی خرمن فساد پر تو گرنے والی نہیں ہے۔

۶؎ یہ صراحت اِس لیے ضروری تھی کہ حضرت ابراہیم کم سے کم لوط اور اُن کے پیرووں کے بارے میں مطمئن ہو جائیں کہ وہ اِس عذاب کی زد میں نہیں آئیں گے۔ لوط علیہ السلام کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ حضرت ابراہیم

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا

پھر جب یہ فرستادے لوط کے لوگوں کے پاس پہنچے تو اُس نے کہا: تم لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہو۔ اُنھوں نے جواب دیا: (نہیں)، بلکہ ہم تمھارے پاس وہی چیز لے کر آ گئے ہیں جس میں یہ شک کر رہے تھے۔ ہم تمھارے پاس ایک قطعی حکم لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں[8]۔ لہٰذا اب تم کچھ رات رہے اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤ اور تم اُن کے پیچھے پیچھے چلنا[9] اور تم میں سے

کے بھتیجے تھے۔ اُن کی قوم اُس علاقے میں رہتی تھی جو شام کے جنوب میں عراق و فلسطین کے درمیان واقع ہے اور آج کل شرق اردن کہلاتا ہے۔ بائیبل میں اُن کے سب سے بڑے شہر کا نام سدوم بتایا گیا ہے۔ لوط علیہ السلام کا تعلق اُس قوم کے ساتھ وہی تھا جو حضرت موسیٰ کا قوم فرعون کے ساتھ تھا۔ اُن کی بیوی کا ذکر یہاں اور بعض دوسرے مقامات پر جس اسلوب میں ہوا ہے، اُس سے اشارہ نکلتا ہے کہ اُن کی شادی اُسی قوم کے اندر ہوئی تھی اور اِس لحاظ سے وہ اُنھی کے ایک فرد بن چکے تھے۔

۷۔ یعنی اگرچہ پیغمبر کی بیوی ہے، لیکن خدا کا قانون بے لاگ ہے، وہ اُسے بھی نہیں چھوڑے گا۔ آیت میں اِس کے لیے لفظ 'قَدَّرْنَا' آیا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''...لفظ 'قَدَّرْنَا' کے صحیح مفہوم کو پیش نظر رکھیے تو اِس سے یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ پیغمبروں اور نیکوں سے قرابت رکھنے کے باوجود اگر کوئی شخص، خواہ مرد ہو یا عورت، بدی کی راہ اختیار کرے تو وہ خدا کے غضب کا دوسروں کے مقابل میں زیادہ سزاوار ٹھیرتا ہے۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۳۶۸)

۸۔ یہ تنبیہ اور توثیق کا جملہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں لڑکوں کی صورت میں دیکھ کر کسی غلط فہمی میں نہ پڑنا۔ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ شدنی ہے، اِس لیے اب بغیر کسی تردد کے اور بلا تاخیر ہماری ہدایات پر عمل کرو۔

۹۔ یہ اِس لیے فرمایا کہ اُن کے گھر والوں میں سے کوئی پیچھے نہ رہ جائے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، جس طرح راعی اپنے گلے کے پیچھے چلتا ہے کہ کوئی بھیڑ ریوڑ سے الگ رہ کر بھیڑیے کا شکار نہ ہو جائے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حَیۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَیۡنَاۤ اِلَیۡہِ ذٰلِکَ الۡاَمۡرَ اَنَّ دَابِرَ ہٰۤؤُلَآءِ مَقۡطُوۡعٌ مُّصۡبِحِیۡنَ ﴿۶۶﴾

وَجَآءَ اَہۡلُ الۡمَدِیۡنَۃِ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ ہٰۤؤُلَآءِ ضَیۡفِیۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡہَکَ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ ہٰۤؤُلَآءِ

کوئی پلٹ کر نہ دیکھے[۸۰] اور وہاں چلے جاؤ، جہاں تم کو جانے کی ہدایت کی جا رہی ہے۔ اور ہم نے اُس کو اپنا یہ فیصلہ پہنچا دیا[۸۱] کہ صبح ہوتے ہی اِن لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ ۶۱-۶۶

(اِس سے پہلے یہ[۸۲] ہوا کہ لڑکوں کو لوط کے گھر آتے دیکھ کر) شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے آ پہنچے[۸۳]۔ لوط نے کہا: یہ میرے مہمان ہیں، اِس لیے میری فضیحت نہ کرو، اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو[۸۴]۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۸۰؎ یہ ہدایت کیوں ہوئی؟ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''...کسی جگہ سے نکلتے ہوئے اُس کی طرف مڑ مڑ کے دیکھنا اس بات کی علامت ہے کہ اُس کے ساتھ انس اور لگاؤ ہے۔ یہ انس اور لگاؤ عام حالات میں تو ایک فطری چیز ہے اور ایک فطری تقاضے کو روکا یا دبایا نہیں جا سکتا، لیکن جس بستی کے لیے اتمام حجت کے بعد عذاب الٰہی کا فیصلہ ہو چکا ہو، اُس سے نکلتے وقت اہل ایمان کو اِس طرح دامن جھاڑ کے اٹھنا چاہیے کہ اُس کے ساتھ دل کے لگاؤ کا کوئی شائبہ بھی باقی نہ رہ جائے۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۳۶۸)

۸۱؎ اصل میں لفظ 'قَضَیۡنَا' آیا ہے اور اُس کے ساتھ 'اِلٰی' کا صلہ ہے۔ یہ اِس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یہاں 'اَبۡلَغۡنَا' یا اِس کے ہم معنی کسی لفظ کا مفہوم مقدر ہے۔

۸۲؎ سورۂ ہود میں یہ واقعہ جس ترتیب سے سنایا گیا ہے، اُس سے واضح ہے کہ بدمعاشوں کے حملے سے پہلے حضرت لوط اِس بات سے واقف نہ تھے کہ اُن کے مہمان درحقیقت فرشتے ہیں۔ یہی ترتیب واقعات کی فطری ترتیب ہے، اِس لیے کہ لوط علیہ السلام اگر اُن کی حقیقت سے واقف ہو چکے ہوتے تو اُس فریاد وفغاں کی ضرورت نہیں تھی جس کا ذکر آگے ہوا ہے۔ لیکن قرآن نے یہاں حملے کی روداد کو موخر کر دیا ہے، اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جس پہلو کو نمایاں کرنا مقصود ہے، وہ فرشتوں کا آنا ہے تاکہ مخاطبین یہ جان لیں کہ اُن کے مطالبے پر فرشتے آ گئے تو اُن کے لیے کیا لے کر آئیں گے۔ اِس طرح کی تقدیم وتاخیر کی مثالیں قرآن کے بعض دوسرے مقامات میں بھی ہیں۔

۸۳؎ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ بداخلاقی کی کس انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ لوط علیہ السلام جیسا مقدس

بَنٰتِیۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمۡرُکَ اِنَّهُمۡ لَفِیۡ سَکۡرَتِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّیۡحَةُ مُشۡرِقِیۡنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلۡنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ

وہ بولے: کیا ہم نے تمھیں باہر کے سب لوگوں سے روک نہیں دیا تھا (کہ اُن کے اور ہمارے درمیان رکاوٹ نہ بنا کرو[85])۔ لوط نے (عاجز ہوکر) کہا: اگر تمھیں کچھ کرنا ہی ہے تو یہ میری بیٹیاں موجود ہیں[86]۔ تیری جان کی قسم، (اے لوط، اِس وقت) یہ اپنی سرمستی میں اندھے ہو رہے ہیں۔ (ہم نے لوط کو تسلی دی)، پھر دن نکلتے ہی اُن کو ہماری ڈانٹ[87] نے آپکڑا اور ہم نے وہ بستی اوپر تلے کر ڈالی اور اُن پر پکی

انسان اور معلم اخلاق ہے جس کے گھر پر یہ اِس لیے خوشیاں مناتے ہوئے پہنچ گئے ہیں کہ اِنھیں کچھ خوب رولڑ کے اُن کے گھر جاتے ہوئے نظر آ گئے ہیں جن سے یہ اپنی ہوس کی پیاس بجھا سکتے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۸۴؎ حضرت لوط نے یہ اِن لوگوں کو نہایت موثر انداز میں اپنی عزت و آبرو کا واسطہ اور خوف خدا کا حوالہ دے کر بدمعاشی سے روکنے کی کوشش کی ہے۔

۸۵؎ یعنی باہر سے آنے والوں کو ہم ماریں، لوٹیں یا اُن کی آبروریزی کریں، تم اِس میں رکاوٹ نہ بنا کرو۔ لوط علیہ السلام، ظاہر ہے کہ اِس سے پہلے بھی اُنھیں اِن سب باتوں سے روکتے رہے ہوں گے اور اُنھوں نے آپ کو اور آپ کے پیرووں کو دھمکیاں دی ہوں گی کہ ہماری بدمعاشیوں میں اِس طرح کی رکاوٹیں پیدا کر کے تم ہماری بستی میں نہیں رہ سکو گے۔ یہ اُن لوگوں نے اِسی کا حوالہ دیا ہے۔

۸۶؎ حضرت لوط کی طرف سے یہ اُن اوباشوں کے لیے کیا کوئی پیش کش تھی؟ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''...یہ حضرت لوط کی طرف سے کوئی پیش کش نہیں تھی، بلکہ یہ اپنی قوم کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے اُن کی آخری تدبیر تھی۔ اگر اُن لوگوں کے اندر اخلاقی حس کی کوئی رمق بھی ہوتی تو وہ سوچ سکتے تھے کہ ایک یہ شخص ہے جو اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کے لیے اپنی عزت تک خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہے اور ایک ہم ہیں کہ اُس کی اور اُس کے مہمانوں کی عزت کے درپے ہیں۔ یہ بالکل اُسی طرح کی بات ہے، جس طرح ایک اعلیٰ کردار کا آدمی دوسرے کی جان یا آبرو بچانے کے لیے اپنی جان اور اپنے وقار کو خطرے میں ڈال دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۳۷۰)

۸۷؎ یہ اُس عذاب کی تعبیر ہے جو قوم لوط پر بھیجا گیا۔ بادِ تند کے ساتھ اُس میں رعد و برق کی کڑک اور چمک بھی

سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش برسا دی۔[۸۸] بے شک، اِس سرگذشت میں اُن لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو بصیرت حاصل کرنے والے ہوں۔ یہ بستی ایک عام گزرگاہ پر واقع ہے۔[۸۹] بے شک، اِس میں ایمان والوں کے لیے بھی بڑی نشانی ہے۔[۹۰] ۶۷-۷۷

تھی، اِس وجہ سے یہ لفظ اُس کے لیے نہایت موزوں استعمال ہوا ہے۔

۸۸؎ پیغمبروں کی طرف سے اتمام حجت کے بعد اُن کی قومیں بالعموم پتھر برسانے والی آندھی سے تباہ کی گئی ہیں۔ قرآن نے دوسری جگہ اِسے 'حَاصِب' سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اُسی کا بیان ہے۔

۸۹؎ سدوم اور عمورہ کی بستیاں حجاز اور شام کے تجارتی راستے پر واقع تھیں۔ دونوں ملکوں کے تجارتی قافلوں کے لیے یہ راستہ عام گزرگاہ تھا۔ اِس سے قافلے گزرتے تو لوگ تباہی کے اُن آثار کو دیکھتے تھے جو اِس علاقے میں آج بھی نمایاں ہیں۔

۹۰؎ قریش مکہ کے بعد اب یہ اہل ایمان کو بھی متوجہ کیا ہے کہ وہ بھی اگر چاہیں تو اِن آثار میں اپنے دشمنوں کا مستقبل دیکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا مطمئن رہیں، بالآخر وہی کامیاب ہوں گے اور اُن کے دشمن اِسی طرح پامال ہو جائیں گے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org